سندھی معاشرے میں شادی کی رسومات کا مطالعہ

حافظ عبدالوھاب منگریو*

(نوٹ: یہ مقالہ سندھی معاشرے کی رسومات کے بارے میں ہے۔اس میں کئی الفاظ ایسے آئے ہیں،جن کا اردو کمپوزنگ میں ٹائپ کرنا مشکل ہے۔اس لیے ایسے کلمات کو ممکنہ اردو حروفِ تہجی میں لکھا گیا ہے۔مدیر)

ABSTRACT:

The history of civilization, trend and tradition of Sindh spread over thousand of years, the people belonging to different caste, creed, culture and civilizations kept on coming here in Sindh in different periods. A few of them settled here permanently and the rest went back to their countries after considerable stay in Sindh. But the most striking elements of those, to have great consideration, was their cultural, traditional and religious impact that they had left on civilization and culture of Sindh.

We find apparent impact of old civilization on Muslim Society of Sindh. For example, traditions of marriage as selection of bride, engagement, WANNAH (keeping bride restricted to a room for a certain period before nuptial knot), LANOON (Head on collision to wrap around the head of groom an embroidered rope), MOORO (money as a gift to bride and groom to bride's family) and many traditions based on superstitions.

However, here are so many traditions based on Shariah, but are entertained in wrong direction, which is liable to be reset. The impact of culture is strong and visible on Muslims of Sindh, the attitude, life style, business and social conducts have lose similarity. The most of similarity in traditions of Hindus and Muslims are their unchanged style of living, language and participation of both groups in their different cultural and religious traditions.

Therefore, it is the need of hour to finish all un Islamic traditions and practices and set the system according to the instruction of Islam.

Keywords: Civilization, Sindh, Tradition, Marriage, Religious.

مسلم معاشرے میں بلوغت کے بعد لڑکی اور لڑکے کا نکاح کرنا سنت ہے۔سندھی معاشرے کے دیہی علاقوں میں یہ رواج ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا نکاح ان کی بلوغت کے بعد فوراً کر دیتے ہیں، البتہ شہروں میں قدرے تاخیر کی جاتی ہے۔

دیہاتی آبادی میں شادی و بیاہ کے موقع پر ایسی رسومات مروج ہیں، جو سندھی مسلم معاشرے کا حصہ بن چکی ہیں۔موجودہ مسلم معاشرہ ہندوستانی اور مغربی یلغار سے محفوظ نہیں ہے،اس لیے شرعی رسومات کے ساتھ ساتھ ایسی کئی غیر شرعی رسومات خلط ملط ہو گئی ہیں جو اب باقاعدہ سندھی معاشرے کا حصہ ہیں،انہیں نہ تو کوئی غیر شرعی سمجھ رہا ہے اور نہ ہی

* ریسرچ اسکالر،کلیہ معارفِ اسلامیہ، جامعہ کراچی   برقی پتا: mangriowahab@yahoo.com

تاریخِ موصولہ: ۲۰/۶/۲۰۱۵ء

کوئی ترک کرنے کو تیار ہے، لہٰذا یہاں ان رسومات کا جائزہ لیا جانا ضروری ہے کہ کون کون سی رسومات شرعی اور غیر شرعی ہیں، تاکہ معاشرے کو ان بری اور غلط رسوم کی اصلاح کرنا یا ترک کرنا آسان ہو جائے۔

چنانچہ مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری کہتے ہیں:۔

''بیاہ شادی اور غمی کے موقع پر جو بدعات وخرافات رواج پا گئی ہیں، وہ عورتوں کی مستقل شریعت بن گئی ہیں، وہ ان کو چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتیں، مرد بھی ان کی رو میں بہہ جاتے ہیں''۔(۱)

اب ان رسومات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

ا۔ رشتے کا انتخاب

شادی وبیاہ میں سب سے پہلا مرحلہ رشتے کا انتخاب ہے۔سندھی معاشرے کے دیہات میں زیادہ تر لڑکے اور لڑکی کا رشتہ والدین ہی طے کرتے ہیں، البتہ شہروں میں مخلوط تعلیم اور میڈیا کے اثر سے لڑکی اور لڑکا خود بھی ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ طے کر لیتے ہیں۔رشتے کی تلاش اور انتخاب کے وقت لڑکے اور لڑکی کی ظاہری خوب صورتی، مال و دولت اور بڑا خاندان ہی نہ دیکھا جائے بلکہ دین داری، حسب ونسب اور حسن و جمال تینوں مدنظر رکھے جائیں۔ چنانچہ ان تینوں کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں واضح کیا جاتا ہے:

الف) دین داری

قرآن میں ہے: ترجمہ: پس جو عورتیں تمہیں پسند آئیں، ان سے نکاح کرو۔(۲)

حدیث میں ہے کہ:۔

ترجمہ: حضرت عبداللہؓ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا ساری کی ساری مال ومتاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔(۳)

چنانچہ مذکورہ آیت اور حدیث کی روشنی میں رشتے کی تلاش اور انتخاب کرتے وقت سب سے پہلے اس رشتے کو پسند کیا جائے جو دین پر مبنی ہو۔

ب) حسب ونسب اور مال ودولت

رشتے کی تلاش یا انتخاب کے وقت دوسرے نمبر پر ایسا رشتہ پسند کیا جائے، جس کا حسب ونسب اچھا اور بہتر ہو، کیوں کہ اس کا اثر دونوں خاندانوں پر پڑتا ہے، چنانچہ مالی حالت بھی بہتر ہو۔اسی وجہ سے سندھ کے دیہات میں جو شادیاں بغیر کسی دیکھا دیکھی صرف قریبی رشتے داروں کی وجہ سے کی جاتی ہیں، سندھی معاشرے میں ایسے رشتے دیرپا نہیں ہوتے۔

ج)حسن وجمال

خوبصورتی کو پسند کرنا قدرتی اور فطری عادت ہے،اس لیے ضروری ہے کہ لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کے معیار کے مطابق خوبصورت بھی ہوں،اگر ایسا خیال نہ رکھا گیا تو شادی کے بعد ایک دوسرے سے وہ دونوں بدظن ہوکر رشتہ ہی نہ توڑ بیٹھیں یا پھر ایک دوسرے کے ساتھ صرف نکاح کا ہی رشتہ رہ جائے۔چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خوبیوں کو ایک ساتھ حدیث میں فرمادیا ہے:۔

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے،اس کے مال، اس کے حسب ونسب،اس کی خوب صورتی اور اس کے دین کے سبب سے، پس تو دین دار کو ترجیح دے، تیرے دونوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔(۴)

چنانچہ ڈاکٹر بلوچ کہتے ہیں:۔

’’رشتہ سب سے پہلے لڑکے کے دادا کے خاندان میں، پھر ننھیال میں دیکھا جاتا ہے،اس کے بعد قریبی رشتہ داروں میں ادلے بدلے میں یا پھر پیسوں پر بھی خرید لیتے ہیں، اگر پیسوں پر بھی کوئی کنواری لڑکی نہ ملے تو پھر بیوہ بھی قبول کر لیتے ہیں، ایسے رشتوں میں والدین کا عمل دخل زیادہ ہوتا ہے‘‘۔(۵)

لہٰذا شرعی لحاظ سے یہ بات مدنظر رہنی چاہیے کہ رشتہ اسلامی تعلیمات کے مطابق کیا جائے، نیز ایسی شرائط یا اصول وضع نہ کیے جائیں، جن سے آگے چل کر نقصانات ہوں۔

۲۔ پڈھری

جب لڑکے اور لڑکی کا رشتہ طے پاتا ہے تو دونوں خاندانوں کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور رشتے کو یقینی بنانے کے لیے اس بات کو عام کیا جاتا ہے، جس کو سندھی زبان میں ’’پڈھری‘‘ یعنی ’’ظاہر کرنا‘‘ کہتے ہیں۔اس کا مطلب ہے کہ یقینی طور پر یہ رشتہ اب ظاہر ہوگیا۔ڈاکٹر بلوچ بتاتے ہیں:

’’جب دلہن والے دولہے والوں سے ان کے گھر، نسب، پیشہ اور عیب وثواب پرکھنے کے بعد رشتے پر راضی ہوں تو پھر دولہے والوں کی طرف سے کچھ مرد اور عورتیں دلہن والوں کے پاس آ کر مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں،اس موقع پر دولہے والے دلہن والوں کو کپڑوں کا جوڑا بھی دیتے ہیں‘‘۔(۶)

اب یہ رسم مزید نئی بدعات وخرافات سے رفتہ رفتہ بڑھ رہی ہے، دلہن والوں کی طرف سے پہلے ہی مطالبے اور شرائط

شروع ہوجاتے ہیں کہ اتنے کپڑے دینے ہیں، اتنی مٹھائی لانی ہے، وغیرہ۔

اس کے علاوہ رشتہ تو ہوگیا، لیکن پھر خاص تقریبات مثلاً شب برات، شب معراج، ایام عاشورہ، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ، سالگرہ وغیرہ کے مواقع پر ایک دوسرے کولازمی طور پر خاص قسم کے کھانے اور تحفے تحائف بھیجے جاتے ہیں، اس مشغلے میں شہروں میں رہنے والے حضرات زیادہ ملوث ہیں، اس لیے یہ ضروری ہے کہ نئے خرافات ایجاد نہ کیے جائیں، کیوں کہ ایک تو یہ بدعات میں شامل ہوجاتی ہیں دوسرا یہ کہ پھرغریب ومسکین لوگ ان لوازمات کے پابند ہوجاتے ہیں، جو کہ گناہ ہے۔

۳۔ منگنی

جب رشتہ ظاہر کیا جاتا ہے تو پھر منگنی کی رسم ادا کی جاتی ہے، منگنی کی رسم کو سندھی معاشرے میں ''پوتی'' یا ''لٹو'' (دوپٹہ) کپڑا ڈالنا کہتے ہیں۔ یہ رسم بھی زوروں پر ہے، شہروں میں تو یوں لگتا ہے جیسے شادی ہورہی ہے۔ اس لیے مفتی عبدالرؤف سکھروی، مولانا اشرف علی تھانوی کا قول اس طرح نقل کرتے ہیں:

''ہمارے زمانے کی منگنی قیامت صغریٰ اور شادی قیامت کبریٰ ہے۔'' (۷)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس رسم پر ایسے لوازمات پیدا کیے گئے ہیں جو ایک تو اپنے لیے وبال اور پھر دوسروں کے لیے بھی مصیبت، نیز دین میں بھی ان کی کوئی اجازت نہیں۔ شہروں میں تو حد ہوگئی ہے پہلے ہی سے دلہن والوں کی طرف سارا سامان مہیا کرنا اپنی عزت وشہرت سمجھتے ہیں اور ماحول کی بدنامی سے بچنے کی ڈھال بھی، چنانچہ اس رسم میں زیورات، گھر کا سارا الیکٹرانک کا سامان اور کپڑوں سے لے کر مٹھائی تک کا زیادہ سے زیادہ شادی تک اہتمام کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ ڈھول بجانے، گانے اور ناچنے کے ذریعے بھی خوشی کی جاتی ہے۔ اسی طرح خاص تقریبات کے مواقع پر طعام ومشروبات کے بھیجنے کا بھی باقاعدہ پابندی کے ساتھ انتظام کیا جاتا ہے۔ ایسی منگنی کے لیے لوگوں کو قرض لینا پڑتا ہے، بلاضرورت سامان دیا جاتا ہے، جو شاید استعمال سے بھی زیادہ ہوتا ہے، نیز مٹھائی بھی اتنی ضائع کی جاتی ہے، جو کسی فائدے کی نہیں۔ ہمیں عظیم خاتون کی منگنی کی مثال اس طرح ملتی ہے۔ چنانچہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کہتے ہیں:

''حضرت فاطمہؓ کے رشتہ کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر خواہش ظاہر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی اور یہی منگنی تھی۔'' (۸)

چنانچہ منگنی کی رسم اس طریقے سے ادا کی جائے جس میں فضول خرچی، اسراف، ریاکاری اور دوسروں کے لیے غلط رواج نہ پڑ جائے، بلکہ جس سے خوشی کا اظہار دوسروں کے لیے ٹھیک مثال بن جائے۔

۴۔ ناک چھدوانا

سندھی معاشرے میں یہ رسم ہے کہ منگنی کے وقت لڑکی کے ناک میں سوراخ کیا جاتا ہے، اگر پہلے سے سوراخ کیا ہوا

ہوتو پھر صرف دھاگہ رسم کے طور پرڈالا جاتا ہے، پھر اسے سونے کا'' کوکا'' (باریک کیل) جس کو سندھی زبان میں'' پھلی'' کہا جاتا ہے۔ نیز شادی کے وقت اسے نتھ ڈالنا ہوتی ہے جو اسے دولہے والے دیتے ہیں۔ لیکن شہروں میں آج کل نتھ کا رواج ختم ہورہا ہے، اس کی جگہ سونے کا سیٹ مروج ہوا ہے۔ مفتی ثناء اللہ کہتے ہیں:

''عورتوں کے ناک کان چھدوانا جائز ہے کیوں کہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ کان چھدوائے جاتے تھے تو جب بچی میں برداشت کرنے اور بالی کی حفاظت یا اسے برداشت کی صلاحیت آجائے تو اس کے کان چھدوائے جاسکتے ہیں لیکن شرعاً اس میں کوئی تعین نہیں، کبھی بھی چھدوائے جاسکتے ہیں۔ البتہ بچوں کو سونے چاندی کی بالیاں پہنانے سے احتراز کیا جائے تاکہ بچوں کو سونے چاندی سے محبت نہ ہو۔'' (۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منگنی کے موقع پر ناک یا کان چھدوائے جاسکتے ہیں، لیکن پھر اس چیز کا پابند نہ بنایا جائے کہ اب دولہے والوں کو یہ دونوں کان اور ناک سونے سے بھرنے ہیں، اس وقت یہ ناجائز ہوگا۔

۵۔دن لینا/ تاریخ لینا

جب لڑکے اور لڑکی کی شادی کی تیاریاں شروع ہونے لگتی ہیں تو پھر دولہے والے دلہن والوں کے پاس تاریخ اور دن لینے کے لیے ان کی اجازت سے ان کے یہاں آجاتے ہیں۔ سندھی زبان میں انہیں دن لینا/ تاریخ لینا بھی کہتے ہیں۔ شادی کی تاریخ میں اسلامی مہینے کی چودہویں رات، دنوں میں جمعہ کی رات بہتر سمجھے جاتے ہیں، جبکہ مہینوں میں صفر، شعبان، شوال، محرم، ذوالحج اور رمضان کے علاوہ دوسرے مہینے مناسب سمجھے جاتے ہیں، کیونکہ یہ مہینے یا تو عزت وحرمت والے سمجھے جاتے ہیں یا پھر ان میں نحوست سمجھی جاتی ہے۔ حدیث میں ہے:

ترجمہ:۔ حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ شگون لینا کوئی چیز نہیں۔ اس سے بہتر فال ہے، عرض کیا گیا فال کیا ہے؟ فرمایا وہ اچھا لفظ جسے تم سے کوئی سنے۔ (۱۰)

چنانچہ مولانا مطیع الحق کہتے ہیں:۔

''ماہ صفر میں لوگ منحوس جانتے ہیں، اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے، لڑکے اور لڑکیوں کو رخصت نہیں کرتے اور بھی اس قسم کے کام کرنے سے پرہیز کرتے ہیں، سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں، خصوصاً سفر کی ابتدائی تیرہ تاریخیں بہت منحوس مانی جاتی ہیں اور ان کو تیرہ تیزی کہتے ہیں، یہ جہالت ہے۔'' (۱۱)

چنانچہ سارے دن، ساری تاریخیں اور سارے مہینے اللہ ہی کے بنائے ہوئے ہیں، لہٰذا انہیں منحوس نہ سمجھا جائے، بلکہ

نحوست اس وقت ہوگی جب غیر شرعی حرکات کی جائیں اور پھر اس پر قدرت کی طرف سے کوئی مواخذہ ہو،لیکن اس طرف خیال ہی نہ جائے بلکہ دن ،تاریخ اور مہینے کی طرف خیال جائے یہ سراسر غلط ہے۔

۶۔ ونواہ میں بٹھانا (مائیوں)

یہ رسم مسلمانوں میں ہندوؤں سے مروج ہوئی، جب لڑکی کی شادی کی تاریخ مقرر ہو جاتی ہے تو پھر اسے ایک ہفتہ پہلے اس کے والدین کے گھر کسی کونے میں علحدہ بٹھایا جاتا ہے، جسے سندھی زبان میں ''ونواہ یا وَنّا'' اور اردو زبان میں ''مائیوں بٹھانا'' کہتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کہتے ہیں:

> ''دلہن کو شادی سے پہلے عام طور پر سات دن یا پانچ دن ''ونواہ'' میں بٹھاتے ہیں، چنانچہ یہ تعین حالات کی بنا پر ہوتا ہے''(۱۲)

اس وقت مندرجہ ذیل مختلف رسومات ادا کی جاتی ہیں:۔

الف) ''ونواہ'' میں بیٹھی ہوئی دلہن کو ابٹن روزانہ لگاتے ہیں، آٹا اور تیل ملا کر مختلف گھروں میں خوشبودار بھی چیزیں ملا کر لگاتے ہیں۔

ب) یہ دلہن کوئی کام نہیں کرتی، نیز چھری سے کٹا ہوا گوشت مچھلی وغیرہ بھی اسے کھانا منع ہوتا ہے۔

ج) کپڑے بھی تبدیل نہیں کر سکتی۔

د) ہانڈی کی پکی ہوئی چیز بھی نہیں کھانے دیتے۔

ھ) دلہن کو ہنسنا، زور سے بات کرنا، آنکھیں اوپر اٹھانا، غصہ کرنا، رونا، مذاق کرنا منع ہوتا ہے۔

سندھی معاشرے میں کہیں کہیں دولہے کو 'ونواہ' میں بٹھایا جاتا ہے، چنانچہ اس کی الگ رسوم ہوتی ہیں۔صبح کے وقت پیالی میں تیل ڈال کر، ہم عمر عورتیں جمع ہو کر دولہے کو منجی پر بٹھا کر سر ننگا کروا کر ہر عورت دو انگلیاں تیل کی اس کے سر پر لگاتی ہیں،اس دوران گاتی بھی ہیں۔

دیہات میں اب تک دلہن کو تقریباً ہفتہ یا کم ازکم پانچ دن ''ونواہ'' میں بٹھایا جاتا ہے لیکن شہروں میں کافی تبدیلی آ گئی ہے، یہاں کہیں کہیں صرف دو یا تین دن پہلے رسوم ادا کرتے ہیں۔

بہرکیف لڑکی کو اتنا پابند کرنا، پابندی کے ساتھ بٹھانا غیر شرعی ہے، لہٰذا اس رسم کو ترک کیا جائے۔

۷۔ ڈاج یا ڈیج دکھانا

نکاح والے دن نکاح سے پہلے شام کے وقت دولہے کی رشتہ دار عورتیں دلہن کے گھر آتی ہیں اور جو سامان، زیورات اور کپڑے وغیرہ ایک ترتیب سے رکھے ہوتے ہیں، چنانچہ ایک ہوشیار اور چالاک عورت تمام مدعو کی جانے والی عورتوں کے درمیان کھڑی ہو کر سارا سامان باری باری دکھاتی ہے،اسے سندھی روایت میں ''ڈاج'' اور ''ڈیج'' کہتے ہیں۔سامان

دکھاتے وقت یہ ضرور بتایا جاتا ہے کہ دلہن کو کون سی چیز کس کی طرف سے دی گئی ہے؟ اس وقت گانے بجانے، ڈھول بجانے، عورتوں کے گیت بھی اس رسم کا خاص حصہ ہوتے ہیں۔ بعض جگہوں پر ''ڈاج'' کا سامان بڑے ٹوکرے میں ڈال کر ڈھول کے ساتھ مسجد میں پھرا کر لایا جاتا ہے۔ بہرحال یہ رواج ساری سندھی قوم میں کسی نہ کسی طرح موجود ہے۔ ڈاکٹر بلوچ اس سلسلے میں کہتے ہیں:۔

> ''خاندان کی کوئی بڑی یا عقلمند عورت کھڑی ہو کر ''ڈیج یا ڈاج'' دکھانا شروع کرتی ہے، جس میں دلہن یا دولہے والوں کی طرف سے دلہن کو جو کچھ ملا ہوگا، وہ سوئی دھاگے سمیت ہر ایک دینے والے کے نام سے بتا کر چوطرف پھراتی ہے'' (۱۳)

اس موقع پر آج کل فوٹوگرافی اور مووی ریکارڈنگ بھی کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کس جائز رسم کی ادائیگی کے وقت بعض اوقات لوگ حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ وہ روایات و اطوار اور رسم و رواج کی پابندی کرنا بن جاتی ہیں۔ لہٰذا اس رسم میں ایک تو ریاکاری ہے، اور اس کے اخراجات بھی فضولیات اور اسراف میں شامل ہیں، اس لیے اسے ترک کرنا ضروری ہے۔

۸۔ مہندی کی رسم

سندھی معاشرے میں دولہے اور دلہن دونوں کو مہندی لگانے کی رسم ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر بلوچ اس کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں:۔

> ''مہندی لگاتے وقت دولہے کو چارپائی پر بٹھایا جاتا ہے اور چارپائی مغرب و مشرق کی سمت میں رکھی جاتی ہے، دولہے کا رخ سرہانے اور مغرب کی طرف کیا جاتا ہے، پھر مہندی لگانے والی عورت اس کے سامنے بیٹھتی ہے، پہلے داہنے ہاتھ اور پھر بائیں ہاتھ میں لگاتی ہے اس طرح پہلے داہنے پاؤں اور پھر بائیں پاؤں میں مہندی لگاتی ہے'' (۱۴)

مہندی لگانے کی رسم اس کی بہنیں اور سہاگن (شادی شدہ) کرتی ہیں۔ صبح کے وقت مہندی اتاری جاتی ہے اور وہ اسے اکٹھا کر کے کسی کنویں یا بہتے ہوئے پانی میں پھینکا جاتا ہے، اس رسم کے وقت دولہے کے ہاتھ کی کلائی میں ''گانو'' (موٹا لال دھاگہ) بھی باندھا جاتا ہے۔ اسی طرح دلہن کو مہندی لگاتے وقت اس کے رشتہ داروں اور اڑوس پڑوس کو دعوت دی جاتی ہے، پھر عورتیں گانے اور بجانے کے بعد دلہن کو مہندی لگاتی ہیں، پہلے دلہن کو سات سہاگن (شادی شدہ) رشتے دار ایک ساتھ تھوڑا تھوڑا ذرہ لگاتی ہیں اور پھر اس کی بہنیں یا سہیلیاں لگاتی ہیں۔ اسی طرح پھر صبح کے وقت اتاری جاتی ہے۔

آج کل شہروں میں یہ رواج پڑ گیا ہے کہ یہ رسم کسی پارلر والی خاتون سے ادا کرائی جاتی ہے جو مکمل طور پر دلہن کو میک

اپ کرا کر تیار کرتی ہے۔ دیہات میں یہ بھی رسم ہے کہ مہندی کو تیار کر کے مختلف پلیٹوں میں ڈال کر ان پلیٹوں میں شمع یا موم بتیاں جلا کر ایک چوکور بنا کر عورتیں ناچتی اور گاتی ہیں۔

آج کل مہندی کی رسم کی بھی فوٹو گرافی اور مووی ریکارڈنگ کی جاتی ہے، یہ اتنی بڑی رسم کرنا اور اخراجات کرنا اسراف اور فضولیات کے ساتھ ساتھ بدعت میں بھی شامل ہے لہٰذا اسے ترک کیا جائے کیوں کہ اس سے غیروں کی تقلید ہوتی ہے۔

۹۔ لانئوں (سر ٹکرانے کی رسم)

لڑکی اور لڑکے کے نکاح کے بعد دونوں کو ایک خاص تیار کی ہوئی مسند پر بٹھایا جاتا ہے، پھر آمنے سامنے دولہے اور دلہن کے سر آپس میں ٹکرائے جاتے ہیں، اسے سندھی روایت میں لانئوں کہتے ہیں۔ (پہلے یہ رسم سیج پر ادا کی جاتی تھی۔ سیج کا مطلب دولہے کا وہ نیا تیار کیا ہوا بستر ا ہے) یہ رسم پہلے دولہے کے قریبی رشتہ دار اس کی والدہ اور دوسرے ادا کرتے ہیں اور پھر دلہن کے رشتہ دار بھی ادا کرتے ہیں۔ کم از کم سات عورتوں نے یہ رسم ادا کرنی ہوتی ہے اور ہر ایک نے دو دو ٹکر لگوانے ہوتے ہیں۔ بعض علاقوں میں سات سے بھی زیادہ لوگ لانئوں دیتے ہیں، بعض جگہ خاندان کا کوئی معزز آدمی پہلے ''لانئوں'' دیتا ہے پھر دوسرے یہ رسم ادا کرتے ہیں، نیز بعض جگہوں پر دولہے کا بھائی، چچا، چچازاد بھائی بھی یہ رسم ادا کرتے ہیں، اس موقع پر دولہا دلہن نفل بھی ادا کرتے ہیں۔

چنانچہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کہتے ہیں:۔

''بعض علماء سے سنا ہے کہ پہلے دو رکعت شکرانہ کے پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ تو نے مجھے حرام سے بچایا اور حلال عنایت فرمایا...... سنت سمجھ کر نماز نہ پڑھے، محض شکر کے طور پر پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔''(۱۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کے بعد بیوی کے پاس جاتے وقت دو رکعت نفل شکرانے کے طور پر پڑھ سکتا ہے، لیکن ''لانئوں'' کی رسم ادا کرنے سے ایک تو غیروں کی تقلید ہوتی ہے دوسرا یہ کہ محرم و غیر محرم مرد و زن ایک دوسرے کے سامنے آتے ہیں، لہٰذا ایسی رسم ہی کو ختم کیا جائے تو اس سے برائی سے بھی بچا جا سکتا ہے۔

۱۰۔ بُسرِیاں کھلانا

سندھی روایت میں ''بُسریاں'' ان روٹیوں کو کہا جاتا ہے جو گندم، آٹے، گڑ اور دیسی گھی سے پکائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ''بُسریاں'' شادی کے موقع پر بھی پکائی جاتی ہیں او عام حالات میں بھی لوگ پکوا کر کھاتے ہیں۔ شادی کی رات دلہن کی بہنیں ''بُسریاں'' پکا کر دولہے کے پاس لے آتی ہیں، دولہا جیسے ہی پہلا نوالہ منہ میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تو یہ اس سے چھینا جھپٹی کرتی ہیں اور اسے کھانے نہیں دیتیں۔ یہ رسم دو مرتبہ ادا کرتی ہیں ایک جب بارات دلہن والوں کے پاس آئے دوسرا اس وقت جب نکاح ہو جائے۔ نیز بعد میں ایک دوسرے کو بھی کھلائی جاتی ہیں۔ ''بُسریاں'' دولہا اپنے ''اَھـنـر''

اور دوستوں کے ساتھ کھاتا ہے۔ان کے کھانے کے بعد''گھور'' دینی پڑتی ہے یعنی کچھ نقد رقم دینی ہوتی ہے اور وہ دلہن کی بہنیں لے جاتی ہیں۔بعض اوقات دولہا''بُسر یاں''نہیں کھاتا اس ڈر سے کہ ان میں کچھ ملایا نہ گیا ہو۔

چنانچہ''بُسر یاں'' کھلانے کا رواج دیہات میں موجود ہے، لیکن ہر علاقے میں مختلف ہے، البتہ شہروں سے یہ رواج ختم ہورہا ہے، یہ رسم بھی مقامی ہے۔کہیں بسری کے بجائے کھیرنی ہوتی ہے۔شرعی طور پر اس رسم میں قباحت یہ ہے کہ پیسے کا اسراف کرنا، ان کے علاوہ غیروں کی تقلید کرنا وغیرہ۔لہٰذا ضروری ہے کہ ایسے خرافات اور بدعات سے اجتناب کیا جائے۔

۱۱۔ موڑ (سہرابندی)

نکاح کے موقع پر کپڑے پہننے کے بعد دولہے کے سہرا بندی کی رسم کی جاتی ہے، جسے سندھی روایت میں''موڑ'' کہتے ہیں۔یہ بہنیں یا بھائی باندھتے ہیں۔یہ رسم اس طرح ہوتی ہے کہ دولہے کو گھر کے صحن میں بٹھایا جاتا ہے اور اکثر رشتہ دار عورتیں نمائش دیکھتی ہیں، جس میں اب پردے کا کوئی بھی اہتمام نہیں ہوتا، چنانچہ دولہے کی پیشانی پر سہرا باندھا جاتا ہے نیز ہاتھ کی کلائی میں''گانو''(موٹا لال دھاگہ) بھی باندھا جاتا ہے۔

عورت کو''ونواہ'' میں بٹھاتے وقت ہاتھ کی کلائی میں''گانو''(موٹا لال دھاگہ) باندھا جاتا ہے، مرد کو اس کا باپ یا بھائی باندھتا ہے۔علاقہ کا بڑا آدمی یا مرشد بھی سہرا بندی کی رسم ادا کرتے ہیں، ان کے علاوہ بہن یا کوئی رشتہ دار خاتون بھی سہرا بندی کی رسم ادا کرتی ہے۔کچھ برادریوں میں سہرا بندی کی رسم نہیں ہے مثلاً چنہ، بھٹی، سید، قریشی، میمن، قاضی اور سومرا۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کہتے ہیں:۔

''سہرا باندھنا خلاف شرع امر ہے کیوں کہ یہ کفار کی رسم ہے۔''(۱۶)

چنانچہ شرعی اعتبار سے اس میں کئی قباحتیں ہیں، مثلاً غیروں کی رسم، غیر محرم مردوں وعورتوں کا ملاپ، فضول خرچی، اسراف اور وقت کا ضیاع وغیرہ۔اس لیے اس رسم کو ترک کرنا ضروری ہے۔

۱۲۔ گھور (سر وارنا)

شادی کے موقع پر دولہے کو گھر کے صحن میں بٹھایا جاتا ہے، اور مرد و زن اس کے سر کے اوپر نقد رقم پھرا پھرا کر پھینکتی ہیں جو گانے بجانے والے اٹھاتے ہیں، اسے سندھی روایت میں''گھور''(سروارنا) کہتے ہیں، نیز یہ رقم یا تو چھوٹے چھوٹے بچے بھی لے لیتے ہیں یا دلہن کی رشتہ دار عورتوں کو ملتی ہے یا پھر جو عورتیں اس وقت گاتی ہیں انہیں بھی دی جاتی ہے۔یہ رسم شادی کے وقت، رخصتی کے وقت، ونواھ کے وقت اور جب رشتہ کی''پدھری'' ہوتی ہے، ان تمام مواقع پر ادا کی جاتی ہے، لیکن مختلف علاقوں میں اس میں بھی فرق ہے۔یہ رسم شرعی لحاظ سے غلط ہے، کیوں کہ پیسوں کا ضیاع ہے،

اس لیے اسے ترک کیا جائے۔

۱۳۔ اُھنر (انور)اور سَلامی

نکاح سے لے کر ولیمہ تک شادی کی تمام رسومات میں دولہے کی خدمات کے لیے کوئی نہ کوئی دوسرا آدمی اس کے ساتھ مقرر کیا جاتا ہے جسے ''اُھنر''یا ''اُھنیر'' کہتے ہیں۔

ڈاکٹر بلوچ کہتے ہیں:۔

''اُھنر دولہے کی حفاظت کے لیے اور سامان کی نظرداری کا کام دیتا ہے، اس کے علاوہ دولہے کے عزیز وا قارب اور دوست واحباب مزے کی خاطر اس سے مذاق کرتے بھی ہیں، اُھنیر ساری رات دولہے کے سامان کی حفاظت کے لیے دولہے کے ساتھ جاگتا ہے''(۱۷)

دولہا نکاح کے دوسرے دن تمام مدعو کیے جانے والے لوگوں سے قدموں میں جھک کر سلام کرتا ہے، اُھنر اس کے ساتھ ہوتا ہے، لوگ اسے سلامی کے طور پر نقد رقم دیتے ہیں، وہ رقم اُھنر جمع کرتا ہے۔ یہ رسم ہر جگہ نہیں ہے۔ ویسے تو دولہے کی مدد اور خدمت کے لیے اُھنر کا مقرر ہونا کوئی مسئلہ نہیں، لیکن اس کی مختلف قباحتیں ہیں جو کہ دور کی جائیں مثلاً غیر محرم عورتوں میں نہ جائے، لوگوں کے ناشائستہ مذاق سے بچے۔

۱۴۔ ڈاج (جہیز) کی رسم

شادی کے موقع پر لڑکی کو اس کے والدین زیورات، کپڑے اور دیگر سامان دیتے ہیں، اسے سندھی زبان میں ''ڈاج'' (جہیز) کہتے ہیں۔ یہ رسم ہندوؤں سے مروج ہوئی، چونکہ ہندو اپنی لڑکی کو وراثت میں حصہ نہیں دیتے، اس لیے وہ کمی پوری کرنے کے لیے جہیز میں اچھا خاصا سامان دینے کی پابندی کرتے ہیں۔

دیہات میں ڈاج کی کوئی شرط نہیں ہوتی، البتہ یہ ضرور دیکھا جاتا ہے کہ لڑکی کو والدین زیادہ سے زیادہ سامان دے سکتے ہیں یا نہیں، نیز شہروں میں جہیز کی شرط تو لگائی نہیں جاتی ہے، البتہ خاندان کے ذرائع آمدن ضرور مدنظر رکھے جاتے ہیں اور زیادہ ملنے کی خواہش اور توقع رکھی جاتی ہے اور کہیں چیزیں مانگ بھی لیتے ہیں۔

پروفیسر رفیع اللہ شہاب کہتے ہیں:۔

> ''آج شادی سے پہلے لڑکی کے بارے میں تحقیق کی جاتی ہے کہ اس کے والدین کتنا جہیز دے سکتے ہیں......اس بارے میں اسلامی تعلیمات کا کسی نے کبھی بھول کر بھی ذکر نہیں کیا۔''(۱۸)

شادی کے اخراجات خود لڑکے کو کرنے ہیں نہ کہ لڑکی نے، اس سے جہیز ملنے کا لالچ رکھنا بری بلا ہے۔ آج کل جہیز دینے کا اتنا رواج پڑ گیا ہے کہ لڑکی کے والدین حالات اور وقت کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے ایک تو عزت وشہرت اور ناموری کی وجہ سے، دوسرا یہ کہ لوگوں کے طعنوں سے بچنے کے لیے قرض لیں یا گھر ہی لٹا دیں، لیکن لڑکی کو جہیز میں سوئی دھاگے

سے لے کر، سونے زیورات اور دیگر سامان سمیت اتنا کچھ دیا جائے کہ نام پیدا ہو۔ ورنہ شادی کے بعد دلہن کو طعنے سننے پڑتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر حسب استطاعت لڑکی کو جہیز میں سامان دیا جائے اور وراثت میں اس کا جتنا بھی حصہ بنے وہ ادا کیا جائے تو کتنا بہتر اور اصولی ہوگا۔

چنانچہ مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

''جہیز میں ان باتوں کا خیال رکھا جائے۔(۱) جہیز گنجائش کے مطابق ہو۔(۲) ضرورت والی چیزیں دی جائیں۔ (۳) جہیز دیتے وقت اعلان نہ ہو''۔(۱۹)

ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ جہیز ایک مباح عمل ہے، والدین اپنی بیٹی کو جتنا چاہیں دے دیں، لیکن شادی کے موقع پر اپنی دولت، امیری اور شہرت کی نمود و نمائش کرنا شریعت میں حرام ہے، لہٰذا جہیز دیتے وقت جہیز اپنی بساط کے مطابق دیا جائے، قرضہ وغیرہ لے کر اپنے آپ کو پریشان نہ کیا جائے، ضرورت والی اشیاء دی جائیں، چپکے سے دیا جائے، وغیرہ۔ شادی کے بعد والدین اپنی لڑکی کو مختلف چیزیں دیتے رہتے ہیں جو پہلے نہیں دی تھیں۔

۱۵۔ مُوڑو

جب لڑکے اور لڑکی کی شادی کے بعد رخصتی ہو جاتی ہے اور دلہن دولہے کے گھر آتی ہے تو اس وقت رشتہ دار مرد اور عورتیں اور اڑوس پڑوس والی عورتیں، اس کا منہ دیکھنے اور ملنے کے لیے آتی ہیں، اس کے عوض وہ دلہن کو نقد رقم دیتی ہیں جسے سندھی روایت میں ''موڑو'' کہا جاتا ہے۔

مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

> ''بہو کو اتار کر گھر میں لاتے اور بٹھاتے ہیں، اس کے بعد بہو کا منہ کھولا جاتا ہے اور سب سے پہلے ساس یا خاندان کی سب سے بڑی عورت بہو کا منہ دیکھتی ہے اور کچھ منہ دکھلائی دیتی ہے، اس کی ایسی پابندی ہے کہ جس کے پاس منہ دکھائی نہ ہو وہ ہرگز ہرگز نہیں دیکھ سکتی اسی شرم شرم میں اکثر دلہنیں نماز قضا کر ڈالتی ہیں اس کو حرکت کرنا، بولنا، چالنا اگر بدن میں کھجلی اٹھے تو کھجلانا، اگر جمائی یا انگڑائی کا غلبہ ہو تو جمائی لینا یا انگڑائی لینا یا نیند آنے لگے تو لیٹے رہنا، اگر پیشاب پاخانہ خطا ہونے لگے تو اس کی اطلاع تک کرنا بھی عورتوں کے مذہب میں حرام بلکہ کفر ہے۔''(۲۰)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کو اس طرح پابند نہ کیا جائے، نیز ''موڑو'' کی رسم کو بھی ختم کیا جائے۔ ''موڑو'' دلہن کو دولہے والوں کی طرف سے اور دولہے کو دلہن والوں کی طرف سے ملتا ہے۔ دلہن کا منہ دیکھنے کے لیے مرد بھی آجاتے ہیں، اس میں کوئی بھی قباحت نہیں مگر اس میں غیر محرم مرد شامل نہ ہوں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس رسم کو ہی ختم کیا جائے۔

۱۶۔ نکاح وشادی کی رسم

نکاح ایک شرعی حکم ہے، لیکن اس موقع پر کئی ایسی غیر شرعی رسومات جمع ہو گئی ہیں، جن کے بغیر یہ تقریب ادھوری اور نامکمل سمجھی جاتی ہے۔

نکاح سے چند روز پہلے دلہن کی قریبی رشتہ دار عورتیں دلہن کے والدین کے گھر میں پہلے بلائی جاتی ہیں، جو دلہن کی رخصتی تک اسی گھر میں ٹھہری رہتی ہیں۔ یہ رواج دیہات میں آج بھی موجود ہے، جب کہ شہروں میں اس کا رواج کم ہوتا جا رہا ہے۔ یہ رسم چند قبیلوں کے علاوہ سب میں نہیں ہے۔

نکاح کے وقت دولہے اور دلہن کی طرف سے ایک ایک وکیل اور دو دو گواہ مقرر کیے جاتے ہیں۔ دولہے کے لیے مقرر کیے ہوئے گواہ اپنے وکیل کے ساتھ دلہن سے نکاح کی رضامندی پوچھنے جاتے ہیں، دلہن سے رضامندی پوچھنے کی مختلف علاقوں میں مختلف رسوم ہیں، چنانچہ بعض جگہوں پر وکیل اور گواہ دلہن سے جا کر خود پوچھتے ہیں، پھر ایک مقرر کی ہوئی خاتون دلہن کا ''ہاں'' کے لیے سر ہلاتی ہے، بعض جگہوں پر وکیل اور گواہ دلہن کے والدین کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہوتے ہیں اور اندر سے کوئی خاتون آ کر جواب دیتی ہے، بعض جگہوں پر دلہن خود ''ہاں'' کہتی ہے۔ ویسے شہروں میں جہاں خواندہ اور جدید تعلیم یافتہ خاندان ہیں، وہاں نکاح کے رجسٹریشن فارم میں نکاح کا اندراج کیا جاتا ہے، دلہن اور دولہا اس پر اپنے اپنے دستخط کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ دستخط وکیل اور گواہ ہی کرواتے ہیں، لہٰذا یہی رضامندی سمجھی جاتی ہے۔

نکاح کے وقت دولہا وہ کپڑے پہنتا ہے، جو دلہن والوں کی طرف سے اسے ملے ہوئے ہوتے ہیں، اسی طرح دلہن وہ کپڑے پہنتی ہے، جو دولہے والوں کی طرف سے اسے ملے ہوئے ہوتے ہیں۔

نکاح کے بعد اجتماعی دعا کی جاتی ہے اور یہ دعا نکاح خواں کراتا ہے، نکاح سے پہلے فارم بھروایا جاتا ہے اور دستخط لیے جاتے ہیں اور ان پڑھ سے انگوٹھا لگوایا جاتا ہے۔ نکاح پڑھانے کی رسم محلے یا گاؤں کی مسجد کا امام ادا کرتا ہے، البتہ شہروں میں آج کل سرکاری رجسٹرڈ نکاح خواں موجود ہیں، ان سے پڑھایا جاتا ہے۔ نکاح کی دعا کے بعد چھوہارے، نمکیات، لڈو یا کوئی اور چیز تقسیم کی جاتی ہے۔ گھروں میں عورتوں کے پاس بھی یہ چیزیں بھیجی جاتی ہیں۔

اس موقع پر عورتیں گاتی، بجاتی ہیں، شہروں میں تو خاص ماہرِ فن لوگوں کو بلایا جاتا ہے، جو ڈھول بجانے کا کام سرانجام دیتے ہیں۔

نکاح عام طور پر رات کے وقت ہوتا ہے، دیہات میں اب بھی یہ رواج ہے کہ نکاح والی رات دولہا اور دلہن بارات سمیت دلہن کے والدین کے گھر میں ہی گزارتے ہیں اور پھر دوسرے روز کی صبح چلے جاتے ہیں، لیکن آج کل اس میں کافی تبدیلی ہو چکی ہے، اگر دلہن اور دولہے کے گھر قریب ہوتے ہیں، تو نکاح کے بعد رات دیر تک بھی دولہے کے گھر چلے جاتے ہیں اور اگر دونوں کے گھر دور ہوں تو پھر نکاح دن میں بھی کیا جاتا ہے۔

نکاح کے علاوہ مختلف دوسری رسوم بھی ادا کی جاتی ہیں۔ مثلاً دولہے اور دلہن کو''لانوں دینا''''دولہے اور دلہن کو ایک ہی برتن سے''دودھ پلانا''،''ڈاوَن کی رسم''(دلہن کے سر سے پاؤں تک دھاگہ ناپنا)،''دولہے کو دلہن کا منہ دکھانے کی رسم''،''مہندی میں چھنگلی ڈالنے کی رسم''،''منہ میٹھا کرانے کی رسم''، وغیرہ۔

ان کے علاوہ دولہے اور دلہن کے لیے جو سونے کے لیے بستر سجایا جاتا ہے، اس کے نیچے مرغی کے انڈے دفن کیے جاتے ہیں تاکہ مرغی کی طرح جیسے وہ اپنے انڈوں سے محبت کرتی ہے اسی طرح یہ دونوں آپس میں محبت کریں، لیکن یہ رسم مخصوص قبیلوں میں ہے، سب میں نہیں۔ ڈاکٹر بلوچ کہتے ہیں:

> ''شادی کی رات دولہا بارات سمیت شادی والی جگہ میں بیٹھتا ہے (دیہات میں ویسے شادی کسی اوطاق وغیرہ میں ہوتی ہے، لیکن آج کل دیہات میں بھی شامیانے وغیرہ لگائے جاتے ہیں، تھر کے علاقے میں چھپر خاص شادی کے لیے بنایا جاتا ہے۔ شہروں میں تو شادی ہال بک کرائے جاتے ہیں، چنانچہ ساری رات دولہے اور دلہن کے ساتھ رسوم ادا کی جاتی ہیں، دولہے کو نیند کرنے نہیں دیتے، اس لیے اس رات کو''جاگو کی رات''اور اکثر قبیلوں میں یہ''مہندی والی رات''کو بھی کہتے ہیں۔ اس موقع پر گانے بجانے اور دوسری بھی کچہری (گپ شپ) ہوتی ہے''(۲۱)

اس وقت کھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس کے بعد لوگ''پوٹا''لفافوں میں دیتے ہیں یا ٹیبل پر دو آدمی بریف کیس کے ساتھ رکھ کہ لوگوں سے''پوٹا''لے کر ان کے نام سے لکھتے جاتے ہیں۔ لوگ دولہا کی دعوت پر آئے ہوئے ہیں تو اس کو دیتے ہیں اور جو دلہن کی طرف سے آئے ہیں تو ان کے آدمی کو''پوٹا''لکھاتے ہیں۔ اگر شرعی طور پر نکاح کی رسوم کا جائزہ لیا جائے تو پتہ لگتا ہے کہ نکاح کا ٹھیک طریقہ یہ ہے کہ دولہے اور دلہن کا ایجاب وقبول وکیل اور گواہوں کے ذریعے ہو، جو پہلے ہی سے مروج ہے، البتہ دوسری بدعات اور خرافات نہ کی جائیں۔ حدیث میں ہے:

> ترجمہ: ''حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیوہ عورت سے اجازت لیے بغیر اس کا نکاح نہ کیا جائے اور کنواری سے بھی اجازت لے کر ہی نکاح کیا جائے اور اس کی اجازت خاموش رہنا ہے''۔(۲۲)

مذکورہ حدیث سے دلہن کی اجازت کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے معاشرے میں یہ مروج ہیں۔ نکاح مسجد میں کیا جائے تو بہتر ہے، اگر ہوٹلوں میں، شادی ہال یا کسی اور جگہ کیا جائے تو پھر مرد وزن کے الگ انتظامات کیے جائیں۔

۱۷۔ مَہر

نکاح کے وقت مَہر جسے سندھی روایت میں ''کابینو یا حق مہر'' بھی کہتے ہیں، مقرر کیا جاتا ہے اور یہ شرعی رسم ہے۔مہر زیورات، جائیداد اور نقدی صورت میں ادا کیا جاتا ہے۔اس میں بڑی خرابیاں یہ ہوتی ہیں کہ بعض دلہن کے والدین کی طرف سے ''مہر'' کی بڑی شرائط لگائی جاتی ہیں، یہ مھر نکاح سے پہلے بھی دیا جاتا ہے اور بعد میں بھی،لیکن بعض اوقات اگر نکاح کے بعد دیا جاتا ہو تو دولہا دلہن سے معاف بھی کرالیتا ہے اور یہ شرعی طور پر ناجائز ہے۔

مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

''نفس میں ایک کم ہمتی پیدا ہوتی ہے جو خلافِ غیرت ہے،وہ یہ کہ عورت سے (مہر) معاف کرایا جائے ......اگر عورت معاف بھی کردے پھر بھی ادا کردینا چاہیے۔''(۲۳)

مولانا عاشق الٰہی بلندشہری کہتے ہیں:۔

''پہلے پورا مہر ان کے ہاتھ میں دے دو اور خوب صاف واضح الفاظ میں بتادو کہ یہ تیرا مال ہے جو چاہے کر...... تجھے پورا اختیار ہے پھر بھی اگر وہ اپنی خوشی سے دے تو قبول کرلو......جھوٹی معافی کو حیلہ بنا کر مال نہ دباؤ۔''(۲۴)

مہر کتنا ہونا چاہیے، مختلف علماء وفقہاء کے مختلف اقوال ہیں:۔

الف) امام مالکؒ کے نزدیک چار دینار ہے۔

ب) امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک جتنی بھی کسی چیز کی قیمت ہوسکے وہ مہر ہے۔

ج) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کم سے کم مقدار دس درہم ہے۔

د) بعض علماء کے نزدیک جس پر فریقین راضی ہوں وہ مہر ہے۔

ھ) مفتی عبدالرؤف سکھروی کہتے ہیں:۔

''شریعت میں مہر پونے تین تولہ چاندی ہے،اس کی جتنی بھی رقم بنے آج وہی دینی ہوگی۔''(۲۵)

چنانچہ مہر عورت کو دینا واجب ہے، اس سے زبردستی یا کسی بہانے معاف کرانا غیر شرعی ہے، نیز مہر حالات کے مطابق دیا جائے۔حضرت علیؓ نے زرہ بکتر بیچ کر اس کی رقم سے شادی کا سامان خریدا اور اسی کو مہر قرار دیا۔ لہٰذا مہر کی شرط لگانا اور کسی کو پابند کرنا غیر شرعی عمل ہے۔البتہ مہر مثل دینا واجب ہے، مہر مثل کا مطلب ہے جو اس خاندان میں مروج ہے، لیکن رواج بھی اگر ٹھیک ہے تو مہر مثل دیں گے اور اگر رواج آسمان پر باتیں کر رہا ہو تو پھر ماحول اور خاندان کے ساتھ چلنا، ان کی پیروی کرنا غیر شرعی ہے۔

۱۸۔ ولیمہ

نکاح کے دوسرے دن ولیمہ کیا جاتا ہے۔اس میں عزیز وا قارب اور دوستوں واحباب کودعوت دی جاتی ہےاورزیادہ سے زیادہ دعوت میں طعام ومشروبات کا اہتمام وانتظام کیا جاتا ہے۔

اس موقع پراب یہ رواج ہونے لگا ہے کہ امیراوردولت مندوں کے لیے ولیمہ کا انتظام الگ اورغریبوں ومسکینوں کے لیے الگ کیا جاتا ہے، پھران میں انتظامات کا بھی لازماً فرق ہی ہوتا ہے۔ پروفیسر رفیع اللہ شہاب کہتے ہیں:

> ''اگرچہ ہم ہرقدم پر دعویٰ تو اسلام کا کرتے ہیں، لیکن ہماری بہت سی رسوم خاص شادی کی تمام رسوم شریعت اسلامی کے خلاف ہیں، شادی سے کئی دن پہلے دوردور سے رشتہ داروں کو بلایا جاتا ہے، بلکہ دین دارگھرانے بڑے بڑے لوگوں اور علماء کو جو دین کے انتہائی اہم کاموں میں مشغول ہوتے ہیں، شرکت کے لیے بلاتے ہیں، ان کو دیکھا دیکھی دنیا دار لوگوں نے ملک کے بڑے بڑے حکمرانوں کواسی مقصد کے لیے شادیوں میں شریک کرنا ضروری سمجھ لیا ہے، پھران بڑے لوگوں کے ساتھ دولہا دلہن کی تصاویر بنائی جاتی ہیں، جنہیں اخبارات میں شائع کروایا جاتا ہے تا کہ یہ رسم پختہ ہوجائے۔'' (۲۶)

دیہات میں اب بھی یہ رواج ہے کہ رشتہ دارخود بھی ولیمہ کی دعوت کھاتے ہیں اور باقی گھر والوں کے لیے بھی گھروں میں لے جاتے ہیں، ولیمہ کے موقع پرفوٹو گرافی،مووی ریکارڈنگ، ڈھول بجانے،میوزک اورناچ گانے کا بھی انتظام کیا جاتا ہے،اب توایسے موقع پرلوگ شراب نوشی سے بھی بازنہیں آتے۔

اس موقع پرکھانا کھانے کے بعدلوگ ''مبارکی'' کے طور پر نقدرقم بھی دیتے ہیں اوردولہے کونقد روپیوں کے ہار ڈالتے ہیں، مبارکی کی رقم رشتہ داروں پرمقرر کی ہوئی ہوتی ہے باقی دوست واحباب اپنی مرضی کے مطابق دیتے ہیں، بعض لوگ دولہے اور دلہن کوکپڑوں کے جوڑے بھی دیتے ہیں۔بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر رشتہ دار ''ولیمہ'' شادی کی خوشی میں مقرر کی ہوئی رقم نہ دیں تو لڑائی بھی ہو جاتی ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ ''پوٹو'' حسبِ استطاعت دیا جائے۔ریاکاری اورناموری کے لیے نہ دیا جائے،تکلفات سے بچا جائے، خالص اللہ کی رضامندی کے لیے کیا جائے۔بعض علماء کے نزدیک ولیمہ مستحب اوربعض کے نزدیک واجب اوراکثر کے نزدیک مسنون ہے۔چنانچہ احادیث سے مزیدوضاحتیں اس طرح آتی ہیں:

> ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو ولیمہ کھانے کے لیے بلایا جائے تو اسے چاہیے کہ حاضر ہوجائے۔(۲۷)

اس حدیث سے ولیمہ کی دعوت کی قبولیت ثابت ہوتی ہے۔اسی طرح ولیمہ میں اچھے اور برے ولیمہ کے اسباب اس

حدیث میں اس طرح بیان کیے گئے ہیں:۔

ترجمہ: حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے تھے کہ سب سے برا ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں امیروں کو بلایا جائے اور غریب نظر انداز کیے جائیں نیز جو دعوت قبول نہ کرے اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔(۲۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کا ولیمہ کیسے کیا، ملاحظہ ہو۔

ترجمہ:۔حضرت انسؓ سے روایت ہے،فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ مطہرہ کا ایسا ولیمہ نہیں کیا، جیسا حضرت زینبؓ کا کیا تھا۔یہ ولیمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری سے کیا۔(۲۹)

ان حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ ولیمہ حسبِ استطاعت کیا جائے اور اسے بدعات وخرافات سے بچایا جائے۔

۱۹۔ بچپن کی شادی

سندھی معاشرے کے دیہات میں یہ عام رواج ہے کہ بچوں کی شادی بچپن میں ہی کرائی جاتی ہیں۔بچپن سے مراد یہ ہے کہ ایک تو بچہ اور بچی جب نابالغ ہوتے ہیں تو والدین کسی مصلحت کے تحت ان کا نکاح کرا لیتے ہیں، دوسرا یہ کہ بالغ ہونے کے بعد فوراً شادی کرا لیتے ہیں۔پہلی صورت میں رخصتی بلوغت کے بعد ہوتی ہے۔

اس مسئلہ کو مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس طرح بیان کیا ہے:۔

’’آج کل شادی کم عمری میں ہو جاتی ہے، اعضاء میں پورا نمود (کمال پختگی) نہیں ہونے پاتا......کہیں یہ خیال ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مر جائیں اور بیٹے کی شادی نہ دیکھ سکیں اور کہیں ماں باپ کا قصور نہیں ہو۔‘‘(۳۰)

چنانچہ پروفیسر رفیع اللہ شہاب کہتے ہیں:۔

’’پاکستان میں پچاس فیصد لڑکوں کی شادی بیس سال سے کم عمر میں ہو جاتی ہے، پھر اس کم عمری کی شادی کے نتیجے میں ان کے ہاں جو پہلا بچہ ہوتا ہے،اس کی صحت عام طور پر کمزور ہوتی ہے، چنانچہ ان میں سے چالیس فی صد بچے اپنی پیدائش کے پہلے سال ہی لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔(۳۱)

اس کے علاوہ قرآن مجید میں بلوغت کے وقت یتیموں کو آزمانے کا کہا گیا ہے:۔

ترجمہ: اور تم یتیموں کو آزما لیا کرو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔(۳۲)

چنانچہ پیر محمد کرم شاہ الازھری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

’’جب یہ دو چیزیں ’’بلوغ‘‘ اور ’’رشد‘‘ ان میں پائی جائیں تو ان کے اموال انہیں حوالے کر دو، رشد سے مراد مالی انتظام اور کاروبار کی سوجھ بوجھ ہے۔‘‘(۳۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی کے لیے صرف بلوغت کا ہونا کافی نہیں، بلکہ شادی کو نبھانے کی سوجھ بوجھ کا ہونا بھی ضروری ہے۔لہٰذا نابالغ بچوں کے نکاح کی رسم تو بالکل غیر شرعی ہے، کیوں کہ اسلام نے اس بچے کو بھی تو اختیار اور حق دیا ہے کہ خود بھی اپنا فیصلہ کر سکے،اس کے علاوہ بلوغت کے بعد بھی شعوری طور پر بچوں کو پہنچنا ضروری ہے۔اس کے علاوہ لڑکے اور لڑکی کی عمر میں بھی ایک دوسرے سے زیادہ فرق نہ رکھا جائے، یہ بھی ان کے حقوق میں سے ہے۔

ہمارے معاشرے میں کئی بچپن کے نکاح اور شادیاں ایسی ہیں کہ یا تو ٹوٹ گئیں یا پھر ساری زندگی لڑکی اپنے والدین کے گھر ہی میں بیٹھی رہی، لہٰذا اس غلط رسم کو ختم کیا جائے۔

۲۰۔ مٹھی کھلوانا

نکاح اور شادی کے بعد ایک رسم یہ بھی ادا کی جاتی ہے کہ دولہے اور دلہن کے ہاتھ میں کوئی چیز دی جاتی ہے، وہ مٹھی بند کرتے ہیں اور پھر چھینا جھپٹی ہوتی ہے اور انہیں ایک دوسرے کی مٹھی کھولنی ہوتی ہے۔اس سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دونوں کا حجاب ٹوٹ جائے گا اور قربت بڑھ جائے گی۔

الف) بعض جگہوں پر کھجور، گڑیا یا انگوٹھی دلہن کی مٹھی میں دی جاتی ہے اور وہ مٹھی بند رکھتی ہے، پھر دولہا مٹھی کھلوانے کے لیے زور لگاتا ہے، بعض اوقات دلہن شرم و حیا کی وجہ سے مٹھی خود بخود کھول دیتی ہے اور بعض عورتیں اتنی مضبوط بند رکھتی ہیں کہ دولہا کھلوا نہیں سکتا اور عورتیں ہنستی رہتی ہیں۔

ب) بعض جگہوں پر دلہن کے دوپٹہ کو گرہ لگائی جاتی ہے اور وہ دولہے کو کھولنی ہوتی ہے۔

ج) عورتیں اس موقع پر دلہن کو تیل، گھی، مکھن یا کوئی اور چیز لگاتی ہیں تاکہ دولہا نہ کھول سکے۔

اگر دولہا مٹھی یا گرہ نہیں کھول سکا تو اسے دلہن کو کوئی زیور دینا پڑتا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ اس عمل کو شرعی حیثیت سے اس طرح بتاتے ہیں:۔

> ''بعض لوگ غلبہ حیاء کی وجہ سے عورت پر قادر نہیں ہوتے ان کو چاہیے کہ یہ حیاء کی تکلیف کو کم کریں اور دل لگی مذاق کریں ...... کسی کا دل خوش کرنے کے لیے خوش طبعی (ہنسی مذاق کرنے) کا، مضائقہ نہیں، مگر اس میں دو باتوں کا لحاظ رکھو، ایک یہ کہ جھوٹ نہ بولو، دوسرے یہ کہ اس شخص کا دل نہ دکھاؤ۔'' (۳۴)

مذکورہ رسم دولہے اور دلہن کی قربت بڑھانے اور شرم و حیاء کم کرنے کے لیے ادا کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر اس موقع پر غیر محرم مرد بھی عورتوں کے سامنے ہوں یا دولہا بھی تو ایسی عورتوں کا غیر محرم مردوں کے سامنے آنا ناجائز ہے۔ نیز اگر دولہا مٹھی نہ کھلوا سکے اور سب عورتیں اس پر ہنسیں اور وہ اپنی تذلیل و تحقیر سمجھے، تو پھر ایسی صورتوں میں اسے ترک کرنا ضروری ہے۔

۲۱۔ رخصتی کی رسم

نکاح کے بعد دلہن کی رخصتی کا مسئلہ ہوتا ہے، چنانچہ رخصتی تین طریقوں سے ہوتی ہے۔

الف) اگر نکاح دن کے کسی حصے میں کیا جائے تو پھر دلہن کی رخصتی اسی وقت ہو جاتی ہے۔

ب) اگر نکاح رات کے کسی حصے میں ہو تو پھر اسی وقت بھی رخصتی ہو جاتی ہے یا پھر دولہا اور دلہن اپنی شادی کی بارات کے ساتھ وہیں دلہن کے والدین کی گھر میں ٹھہر جاتے ہیں اور پھر دوسرے دن رخصتی ہو جاتی ہے۔

ج) اگر نکاح بچپن میں ہو جائے تو پھر رخصتی میں کئی دن کئی مہینے اور کئی سال بھی لگ جاتے ہیں۔

چنانچہ ان تمام طریقوں میں دلہن کے ساتھ اس کی والدہ یا بڑی بہن اور چند مخصوص قریبی رشتہ دار عورتیں اکٹھی جاتی ہیں۔ رخصتی کے وقت یہ رسوم ادا کی جاتی ہیں۔

الف) رخصتی کے وقت دولہے کی اجرک کے ساتھ دلہن کے دوپٹہ کا کونہ باندھ دیا جاتا ہے۔ یہ رسم ہندوؤں سے ملتی ہے۔

ب) دلہن کے سر پر قرآن مجید رکھا جاتا ہے، اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دلہن قرآن مجید کے سایہ میں رخصت ہو رہی ہے۔

ج) رخصتی کے بعد دلہن اور دولہا اپنے گھر کے بجائے، پہلے کسی قریبی رشتہ دار کے گھر میں اترتے ہیں۔ یہ رسم چند قبیلوں میں ہے۔

د) دلہن جب تک اپنے سسرال کے گھر نہیں پہنچتی، اس وقت تک گھونگھٹ میں ہی رہتی ہے۔

ھ) دولہے کو اس وقت ''موڑ'' بندھا ہوا ہوتا ہے اور سہروں کی گونج میں بارات آگے بڑھتی رہتی ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ، سیّدالنّساء کی رخصتی کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

> ''اب رخصتی سنیے: نکاح کے بعد ام ایمن سے فرمایا کہ حضرت فاطمہ کو پہنچا دو، وہ برقعہ چادر پہنا کر ہاتھ پکڑ کر پہنچا آئیں...... (الغرض) حضرت فاطمہؓ کو ام ایمن کے ہمراہ حضرت علیؓ کے یہاں پہنچوا دیا، نہ پالکی تھی، نہ رتھ تھا، نہ عماری تھی، نہ ڈولی، اپنے پاؤں چلی گئی، آپ نے امت کو نمونہ دکھا دیا کہ کیا کرو...... صاحبو! یہ دونوں جہاں کی شہزادی کی رخصتی ہے، جس میں نہ دھوم دھام، نہ پالکی، نہ بکھیر (بارات)۔ ہم لوگوں کو لازم ہے کہ اپنے پیغمبر دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں اور اپنی عزت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت سے بڑھ کر نہ سمجھیں۔'' (۳۵)

جب ہم اپنے معاشرے کی کسی شادی کی رخصتی کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ دولہے اور دلہن کے لیے مخصوص گاڑی سجائی جاتی ہے، بارات کا رش ہوتا ہے، ڈھول بجانے والوں کی ٹیم، ناچنے والوں کا گروپ، نیز ہر قسم کی نمود و نمائش

ہوتی ہے۔محرم وغیر محرم مرد وزن ایک ساتھ اکٹھے ہو جاتے ہیں، لیکن اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی رخصتی کا جائزہ لیتے ہیں جو کہ سیّد النّساء ہیں، تو آج کی قوم پر رحم آتا ہے کہ انہوں نے یہ سارے شغل غیروں سے کیوں اپنا لیے؟ نیز اپنی مذہبی میراث کو بھلا دیا، لہٰذا اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ رخصتی کے وقت ایسی رسوم سے گریز کیا جائے اور ان میں اصلاح کی جائے۔

۲۲۔ ''ستاوڑو'' کی رسم

شادی کے تیسرے دن دولہا اور دلہن واپس دلہن کے والدین کے گھر آتے ہیں۔ پہلے سات دن تھے، ستاوڑو اسی سے لیا گیا ہے۔اس کو سندھی روایت میں ''ستاوڑو'' یا ''ستاواڑو'' کہتے ہیں، چنانچہ اس وقت مختلف رسوم ادا کی جاتی ہیں۔

الف) اگر دونوں کے گھر قریب ہوں تو اسی دن واپس اپنے گھر چلے جاتے ہیں اور اگر گھر دور ہوں یا اپنی مرضی ہو تو ایک دن اور ایک رات وہیں ٹھہرتے ہیں۔

ب) بعض علاقوں میں تیسرے دن، بعض میں چوتھے، کہیں پانچویں اور کہیں ساتویں دن بھی ''ستاوڑو'' کرتے ہیں۔

ج) رخصتی کے وقت جو عورتیں دولہے اور دلہن کے ساتھ گئی ہوئی ہوتی ہیں، وہ بھی انہی کے ساتھ آتی ہیں۔

د) ستاوڑے کے موقع پر جب وہ دونوں آئیں تو قریبی رشتہ دار عورتیں بلائی جاتی ہیں اور ہرا پھل یا ہری سبزی دلہن کی گود میں رکھے جاتے ہیں، لیکن یہ چند قبیلوں میں ہے، اور پھر وہ عورتیں گاتی ہیں، پھر ان کی مہمانی کی جاتی ہے۔

ھ) ستاوڑے کے موقع پر دولہا اور دلہن پہلے کسی اور رشتہ دار کے گھر اترتے ہیں اور پھر سورج کے غروب ہونے کے بعد اپنے گھر آتے ہیں۔ یہ رسم بھی چند قبیلوں میں ہے۔

و) ستاوڑے کے وقت ماں باپ دلہن کو ستاوڑے کے کپڑوں کا جوڑا بھی دیتے ہیں۔

ان تمام رسومات سے پتہ چلتا ہے کہ رسومات کو پابند بنانا اور ضروری سمجھ کر کرنا جہالت اور تقلید ہے، لہٰذا ایسی فضول رسم کو ترک کیا جائے، باقی ایک دوسرے کے پاس آنا جانا کوئی منع نہیں ہے، لیکن پابندی کرنا منع ہے۔

۲۳۔ بدو (بدلے کا نکاح) کی رسم

سندھی معاشرے میں یہ ایک قدیم گھناؤنی رسم ہے کہ اگر کوئی کسی سے رشتہ مانگے تو اس کے بدلے اسے رشتے میں اپنے خاندان میں سے کوئی رشتہ دے گا، اسے ''بدو'' (لینا، دینا یا ادلا بدلا) کہتے ہیں۔اگر خاندان میں لڑکی نہ ہو تو دولہے کی پیدائش سے پہلے لکھوالی جاتی ہے۔

اس کا ایک مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ ان کے لڑکے کا بھی رشتہ مل جائے گا دوسرا یہ کہ اگر ان کی لڑکی سے شادی کے

بعد سسرال والے ٹھیک روش اختیار نہ کریں تو بدلے میں وہ بھی ان کی لڑکی کے ساتھ ٹھیک رویہ نہ رکھیں، بلکہ بدلہ لیں۔

اندازہ لگائیے، کیا ایسے رشتے اور ایسے خاندان مستقل کامیاب ہوں گے؟ چنانچہ ایسے رشتوں کی زندہ مثالیں کئی ساری موجود ہیں۔لہٰذا ایسے رشتوں کی یا تو طلاق ہوجاتی ہے یا پھر وہ لڑکیاں ساری زندگی اپنے والدین کے گھر میں ہی بیٹھی رہ جاتی ہیں یا اپنے سسرال کے یہاں گویا دوزخ کی زندگی گزار رہی ہوتی ہیں۔

اس کے علاوہ ادلے بدلے کے بعض رشتے اب تک ایسے طے پاتے ہیں، جن کا وجود ہی نہیں ہوتا مثلاً کسی لڑکی کا اگر رشتہ مانگا گیااوراس کے بدلے میں اس وقت اس خاندان میں کوئی مناسب لڑکی کا رشتہ نہیں ہے تو پھر یہ طے ہوتا ہے کہ جب فلاں سے فلاں لڑکی پیدا ہوگی تو ہمارے لیے وہ رشتہ ہوگا، چنانچہ اس قدیم روایت میں اسے قرآن کریم کے نسخے پر لکھا جاتا تھا، تاکہ کوئی پھر نہ جائے۔اندازہ لگایئے جس بچی کا وجود ہی نہیں، اس کا رشتہ پہلے ہی طے ہوجائے اور جب وہ پیدا ہوجائے تو پہلے ہی سے گروی، اسے زندگی پہلے ہی سے بکی ہوئی ملی، چنانچہ اس بے چاری معصومہ کا اس میں کیا قصور؟ صرف یہی کہ وہ بیٹی پیدا ہوگئی۔اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے رشتوں اور نکاح سے منع فرمایا ہے، چنانچہ حدیث ملاحظہ ہو:

''عن ابن عمرؓ انّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نھیٰ عن الشغار والشغار ان یزوّج الرّجل ابنتہ علیٰ ان یزوّجہ الاٰخر ابنتہ' لیس بینھما صداق''(۳۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے، شغار یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی لڑکی کا نکاح اس شرط کے ساتھ کرے کہ دوسرا شخص اس سے اپنی لڑکی کا نکاح کردے گا اور دونوں کے درمیاں مہر کا بھی کوئی معاملہ نہ ہو۔

اس حدیث سے بدلے میں نکاح کی شرط لگانے سے منع فرمایا گیا ہے۔البتہ اگر اتفاقاً ایسا ہوجائے تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن شرط لگانا منع اور ناجائز ہے۔

۲۴۔ کاروکاری کی رسم

اگر مردوزن کو''زناکار'' قرار دیا جائے تو سندھی معاشرے کی روایت میں انہیں''کاروکاری'' کہتے ہیں۔''کارو'' کا مطلب ہے''کالا'' اور''کاری'' کا مطلب ہے''کالی''۔سندھی معاشرے میں کاروکاری کی رسم اتنی عام ہوچکی ہے کہ روزانہ کئی جانیں ناحق ضائع ہوجاتی ہیں یا کئی نکاح اور رشتے ٹوٹ جاتے ہیں، چنانچہ یہ اب ایک رسم بن چکی ہے۔اب تو دشمنی کی بناپر ماردینا عام ہوگیا ہے۔

سندھی معاشرے میں''کاروکاری'' کیسے قرار دیا جاتا ہے۔اس کے مختلف پہلو، طریقے یا اسباب اس طرح ہیں:۔

الف) مردوعورت واقعتاً زنا کے مرتکب ہوں اور ان پر شریعت کے مقرر کردہ گواہ بھی ہوں تو کاروکاری ہوں گے۔

ب) مرد وعورت کو صرف بات کرتے ہوئے دیکھا گیا تو دشمنی کی بنا پر غلط تعلقات کا الزام لگا کر ''کاروکاری'' قرار دیا گیا۔

ج) عورت نے کسی مرد پر کسی کے کہنے پر الزام لگا دیا اور وہ ''کارو'' اور یہ خود ''کاری'' ہوگئی۔

د) شوہر اپنی بیوی سے کسی بھی سبب سے جان چھڑانا چاہتا ہو تو وہ اپنی بیوی پر کسی مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات کا الزام لگا کر ''کاروکاری'' قرار دے دیا۔

چنانچہ ان صورتوں میں ''کاروکاری'' دونوں کو غیرت اور حمیت کی بنا پر قتل کیا جاتا ہے یا پھر کسی وڈیرے یا سردار سے فیصلہ کروالیا جاتا ہے۔ اندازہ لگائیے اب تو یہ رسم اتنی پختہ ہوگئی ہے کہ فیصلہ بھی گویا پہلے ہی سے ناپ تول کر مقرر کیا ہوا ہوتا ہے، گویا صرف اس وڈیرے کے ذریعے یہ تاوان اور جرمانہ دلانا ہوتا ہے۔ فیصلہ اس طرح مقرر کیا ہوا ہوتا ہے۔

''کاری'' عورت کی کسی دوسرے علاقے میں کسی دوسرے مرد (جو کسی اور قوم کا ہو) سے شادی کروائی جاتی ہے۔ نیز ''کارو'' کم از کم ایک سال کے لیے اس علاقے میں نہیں آسکتا، لاکھوں روپے نقد رقم ادا کرے گا، چٹی میں لڑکی کا رشتہ دے گا اور عورتیں، بچیوں سمیت آکر ''کاری'' کے شوہر یا سرپرست کے پاس ''میڑ'' (جرگہ) لے جائے گا، میڑ کا مطلب ہے قرآن شریف لے کر عورتوں اور بچیوں سمیت اس آدمی کے گھر جاکر اس سے معافی مانگنا۔ اگر کسی نے رحم کھاتے ہوئے ان میں کچھ انہیں معاف کر دیا تو اس کی مرضی ہوتی ہے، اسے کوئی نہیں روکتا۔

سندھ میں ''کاروکاری'' کے واقعات روزانہ کا معمول ہیں، بعض لوگوں نے تو اسے پیشہ بنا دیا ہے، ایک دفعہ عورت کو کسی مرد سے الزام لگا لیا اور جرمانہ لے لیا، پھر چند دنوں یا مہینوں کے بعد دوسرے سے، پھر تیسرے سے، چنانچہ جب تک جا کر بدنام ہو، یہ ہے غیرت!

اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس غلط اور بری رسم کو برا سمجھا جائے، اس کی اصلاح کی جائے، شریعت کے مطابق اس پر قدم اٹھایا جائے۔ چنانچہ اس کی اصلاح میں حقیقی تعلیم کی سخت ضرورت ہے، نیز علماء کرام، بزرگانِ دین، معاشرے کے معزز افراد، سردار اور وڈیرے، نیز حکومت کے ذمہ دار افراد خود اس میں ملوث نہ ہوں، بلکہ اس کی اصلاح کریں۔

سندھی قوم کی شادی بیاہ کی رسومات سے آج بھی ایسا لگتا ہے، گویا تک یہ قوم پانچ ہزار سال قبل والی تہذیبوں اور ہم پلہ غیر قوموں کی تہذیبوں کے پھندوں اور شکنجوں سے نہیں نکلی، بلکہ مزید مغربی تہذیب کی یلغار سے مزید پھنستی جا رہی ہے، اس لیے اس امر کی ضرورت ہے کہ غیر اسلامی اور غیر شرعی رسومات کو ترک کیا جائے، نیز ان کی اصلاح کی جائے۔ چناچہ اس سلسلے میں گھر میں شروع سے ہی بچوں کو ٹھیک طریقے سے تعلیم و تربیت دی جائے۔ خواتین میں خصوصی طور پر شعور بیدار کیا جائے، یومیہ معمولات میں قرآن وحدیث اور اسلامی لٹریچر کے مطالعے کا بھی اہتمام کیا جائے۔ شرعی وغیر شرعی رسومات کا فرق سمجھ کر خود بھی اس پر عمل کیا جائے اور دوسروں کع بھی تلقین کی جائے، چناچہ یہ ہر مسلم فرد کی مذہبی و اخلاقی ذمہ داری ہے۔

مراجع وحواشی

(۱) بلندشہری، محمد عاشق۔(س۔ن)۔حیلے اور بہانے۔کراچی: دارالاشاعت۔ص۳۷

(۲) النساء:۴/۳　(۳) مشکوٰۃ۔ج۲۔ص۲۶۷

(۴) بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل۔(۱۹۶۱ء)۔الصحیح البخاری۔کتاب النکاح۔ج۲۔کراچی: قدیمی کتب خانہ۔ص۷۶۲

(۵) بلوچ، خان نبی بخش۔(۲۰۰۵ء)۔رسموں رواج ءسون ساٹھ۔جامشورو: سندھی ادبی بورڈ۔ص۳۶　(۶) ایضا۔ص۴۴

(۷) سکھروی، عبدالرءوف۔(۲۰۰۱ء)۔اصلاحی بیانات۔کراچی: میمن اسلامک پبلی کیشنز۔ص۴۰

(۸) تھانوی، اشرف علی۔(س۔ن)۔اسلامی شادی۔کراچی: دارالاشاعت۔ص۱۲۴

(۹) ثناءاللہ، محمود۔(۲۰۰۱ء)۔بچوں کے لیے مسائل واحکام۔کراچی: دارالاشاعت۔ص۶۰

(۱۰) بخاری، (۱۹۶۱ء)۔الصحیح البخاری۔کتاب الطب۔ج۲۔کراچی: قدیمی کتب خانہ۔ص۸۵۹

(۱۱) قادری، دیوبندی مطیع الحق۔(۲۰۰۰ء)۔چالیس بدعتیں۔کراچی: دالالفکر۔ص۵۲

(۱۲) بلوچ، خان نبی بخش۔(۲۰۰۵ء)۔ص۶۷　(۱۳) ایضاً۔ص۱۰۶　(۱۴) ایضاً۔ص۸۲

(۱۵) تھانوی، اشرف علی۔بحوالہ بالا۔ص۲۳۰　(۱۶) ایضاً۔ص۶۲

(۱۷) بلوچ، خان نبی بخش۔(۲۰۰۵ء)۔بحوالہ بالا۔ص۸۸

(۱۸) رفیع اللہ، شہاب۔(۱۹۹۶ء)۔اسلامی تہوار اور رسومات۔لاہور: دوست ایسوسی ایٹس۔ص۲۳۰

(۱۹) تھانوی، اشرف علی۔(س۔ن)۔اصلاح الرسوم۔کراچی: دارالاشاعت۔ص۹۳

(۲۰) تھانوی، اشرف علی۔بحوالہ بالا۔ص۲۱۷

(۲۱) بلوچ، خان نبی بخش۔رسمون رواج ءسون ساٹھ۔ص۱۰۵

(۲۲) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ۔(۱۹۹۱ء)۔جامع الترمذی۔ابواب النکاح۔ج۱۔ملتان: فاروقی کتب خانہ۔ص۱۳۱

(۲۳) تھانوی، اشرف علی۔بحوالہ بالا۔ص۱۴۶

(۲۴) بلندشہری، محمد عاشق۔بحوالہ بالا۔ص۹۸

(۲۵) سکھروی، عبدالرءوف۔بحوالہ بالا۔ص۵۲

(۲۶) رفیع اللہ، شہاب۔بحوالہ بالا۔ص ۲۲۸

(۲۷) بخاری، (۱۹۶۱ء)۔الصحیح البخاری۔کتاب النکاح۔ج۲۔کراچی: قدیمی کتب خانہ کراچی۔ص۷۷۷

(۲۸) ایضاً　(۲۹) ایضاً۔ص ۷۷۸

(۳۰) تھانوی، اشرف علی۔بحوالہ بالا۔ص ۱۱۸

(۳۱) رفیع اللہ، شہاب۔بحوالہ بالا۔ص ۲۲۵　(۳۲) النساء ۴/۶

(۳۳) الازہری، محمد کرم شاہ۔(۱۴۰۲ھ)۔ضیاء القرآن۔ج۱۔لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ص۲۰

(۳۴) تھانوی، اشرف علی۔بحوالہ بالا۔ص ۲۳۱

(۳۵) ایضاً۔ص۲۲۱

(۳۶) بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل۔بحوالہ بالا